تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

تقریر

حضرت مسیحِ موعودؑ کی حضرت محمد مصطفیٰؐ سے محبت کے عملی اظہار

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ (الانعام:69)

یعنی جب تُو دیکھے اُن لوگوں کو جو ہماری آیات سے تمسّخر کرتے ہیں تو پھر اُن سے الگ ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔

زندگی بخش جام احمد ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے

(درثمین)

معزّز سامعین! آج مَیں جس موضوع پر چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پا رہا ہوں وہ ہے:

”حضرت مسیحِ موعودؑ کی اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے محبت کے عملی اظہار“

محبت ایک ایسا لفظ ہے جسے زبان ادا تو کر سکتی ہے مگر اس کی حقیقت الفاظ سے کہیں آگے ہوتی ہے۔ محبت اگر سچی ہو تو وہ صرف دعویٰ نہیں رہتی، انسان کے کردار میں اُتر آتی ہے، اس کے فیصلوں کو بدل دیتی ہے، اس کے جذبات کو ایک سمت عطا کرتی ہے اور پھر اس کی پوری زندگی اس محبت کی گواہی بن جاتی ہے۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا معیار بھی یہی مقرر فرمایا ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32) یعنی تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

پس محبت کا سب سے بڑا ثبوت اتباع ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کو اگر اس ایک معیار پر پرکھا جائے تو یہ حقیقت پوری شان سے سامنے آتی ہے کہ آپؑ کے نزدیک آنحضرتؐ کی محبت محض ایک قلبی کیفیت نہیں تھی بلکہ اتباعِ محمدیؐ کا نام تھی۔ آپؑ کی پوری زندگی اس محبت کی عملی تصویر تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔“

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

یہ ایک جملہ نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی پوری روحانی زندگی کا خلاصہ ہے۔

آپؑ نے جس مقامِ قرب کو پایا وہ اپنی ذات کے زور پر نہیں بلکہ محمدؐ کی غلامی میں پایا۔ آپؑ کے نزدیک محمدؐ سے محبت کا مطلب یہ تھا کہ انسان اپنے آپ کو اس محبوب کے نقشِ قدم میں فنا کر دے اور پھر جو کچھ ملے اسے اسی در کی عطا سمجھے۔ اسی حقیقت کو آپؑ نے ایک اور مقام پر نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمایا:

”اس زمانہ میں بھی جو کچھ خدا تعالیٰ کا فیض اور فضل نازل ہو رہا ہے، وہ آپؐ ہی کی اطاعت اور آپؐ ہی کی اتباع سے ملتا ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیّہ نفس پر ملتے ہیں جب تک کہ وہ رسول اللہؐ کی اتباع میں کھو یا نہ جائے۔“

پھر آپؑ نے قرآن کریم کی یہی آیت پیش فرمائی: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ (آل عمران:32)

اور اس کے بعد فرمایا: ”اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل مَیں ہوں۔“

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 132)

معزز سامعین! یہاں ذرا رک کر سوچنے کی ضرورت ہے۔ محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کر سکتا ہے، مگر محبت کی عملی اور زندہ دلیل بن جانا ایک دوسری بات ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے صرف یہ نہیں کہا کہ مجھے محمدؐ سے محبت ہے، بلکہ اپنی زندگی سے یہ دکھایا کہ محمدؐ کی محبت انسان کو کہاں لے جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

”نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔“

(کشتی نوح، صفحہ 13)

یہ محبت صرف الفاظ میں نہیں تھی۔ اس محبت کا ایک ایسا منظر بھی ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی غیرتِ عشق پوری شدّت کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ سفر میں تھے اور لاہور کے اسٹیشن کے پاس ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ اسی وقت پنڈت لیکھرام آپؑ سے ملنے کے لیے آیا اور آکر سلام کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ پنڈت لیکھرام نے خیال کیا کہ شاید حضورؑ نے سنا نہیں، چنانچہ وہ دوسری طرف سے ہو کر دوبارہ آیا اور پھر سلام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ فرمائی۔

آخر حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا: ”حضور! پنڈت لیکھرام نے سلام کیا تھا۔“

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

"ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔"

(سیرت المہدی، حصہ اوّل، صفحہ 272، جدید ایڈیشن صفحہ 254)

یہ کسی مناظرے کا موقع نہیں تھا۔ کوئی تقریر نہیں تھی۔ کوئی تحریر نہیں تھی۔ صرف ایک سلام تھا اور اس سلام کے جواب میں ایک عاشق کا دل بول اٹھا۔ جس زبان سے میرے آقاؐ کی توہین ہو، اس زبان کا سلام میرے لیے کیا معنی رکھتا ہے؟

یہ تھی محبت، یہ تھی غیرت۔ اور یہ تھا عشقِ محمدؐ کا عملی اظہار۔

میرے عزیز ساتھیو! ایک اور واقعہ اس محبّت کی گہرائی کو اس سے بھی زیادہ نمایاں کرتا ہے۔

ایک مرتبہ آریہ صاحبان نے لاہور کے وچھو والی میں ایک بین الادیان جلسہ منعقد کیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو شرکت کی دعوت دی۔ حضرت مسیح موعودؑ سے بھی درخواست کی گئی کہ آپؑ اس جلسہ کے لیے مضمون تحریر فرمائیں اور یقین دلایا گیا کہ کسی مذہب کی دل آزاری نہیں کی جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے جلیل القدر صحابی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا اور ان کے ہاتھ ایک مضمون بھیجا جس میں دینِ محمدؐ کے محاسن نہایت خوبصورتی سے بیان کیے گئے تھے۔ لیکن جب آریہ مقرّر کی باری آئی تو اُس نے اپنے وعدے کو بالائے طاق رکھ دیا اور رسولِ پاکؐ کے خلاف ایسی زبان استعمال کی کہ خدا کی پناہ!

جب اس جلسہ کی خبر حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچی اور احباب قادیان واپس آئے تو آپؑ سخت ناراض ہوئے اور بار بار جوش کے ساتھ فرمایا:

”جس مجلس میں ہمارے رسولؐ اللہ کو بُرا بھلا کہا گیا اور گالیاں دی گئیں تم اُس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اُٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟“ پھر آپؑ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاِذَا رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ يَخُوۡضُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ (الانعام:69)

اور اس مجلس میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی موجود تھے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ پر ندامت سے سر جھکائے بیٹھے رہے اور پوری مجلس شرمندگی اور ندامت میں ڈوب گئی۔

(سیرت طیبہ صفحہ 31-33)

یہاں حضرت مسیح موعودؑ ہمیں محبت کا ایک اَور سبق دیتے ہیں۔ محبت صرف محبوب کی تعریف سن کر خوش ہونے کا نام نہیں، محبوب کی حرمت پر کھڑے ہو جانے کا نام بھی محبّت ہے۔

اگر کوئی ہمارے محبوب کی عزّت پامال کرے اور ہم خاموش رہیں تو پھر ہماری محبّت کا دعویٰ کس کام کا؟

حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس محبّت کی شدّت کو ایک نہایت دردناک مقام پر یوں بیان فرمایا:

"جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں، لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

(پیغام صلح صفحہ 30)

یہ الفاظ کسی کتاب کے صفحے پر پڑے ہوئے الفاظ نہیں۔ یہ ایک عاشق کے دل سے نکلنے والی آواز ہے۔

اور جب یہ محبت دل کی گہرائیوں میں اُترتی ہے تو پھر اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ انسان اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور محبوب کی یاد میں اپنی ہستی تک کھو دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے فارسی اشعار ہیں:

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا تعالیٰ کے بعد مَیں محمدؐ کے عشق میں دیوانہ ہو چکا ہوں، اگر اس عشق کی دیوانگی کا نام کوئی کفر رکھتا ہے تو خدا کی قسم! مَیں سخت کافر ہوں۔

پھر فرماتے ہیں:

ہر تار و پود من بسراید بعشق او
از خود تہی و از غم آں دلستاں پرم

یعنی محمدؐ کا عشق میرے وجود کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے، مَیں اپنے آپ سے خالی اور اس محبوب کے غم سے بھرا ہوا ہوں۔

(ازالہ اوہام صفحہ 176)

معزز سامعین! محبّت کی اصل گہرائی اکثر بڑے اجتماعات میں نہیں بلکہ تنہائی کے ان لمحوں میں ظاہر ہوتی ہے جہاں انسان کے سامنے نہ کوئی سامع ہوتا ہے نہ کوئی داد دینے والا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ ایک دفعہ آپؑ اپنے مکان کے ساتھ والے البیت المبارک میں اکیلے ٹہل رہے تھے۔ آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہہ رہی تھی۔

ایک مخلص دوست نے باہر سے سنا تو آپؑ حضرت حسان بن ثابتؓ کا وہ شعر پڑھ رہے تھے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے خدا کے پیارے رسولؐ! تُو میری آنکھ کی پُتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مَرے، مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی کہتاہے کہ جب مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس طرح روتے دیکھا تو گھبرا کر عرض کیا:

”حضرت! یہ کیا معاملہ ہے اور حضورؑ کو کون سا صدمہ پہنچا ہے؟“

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

”مَیں اس وقت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ کاش! یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔“

(سیرت طیبہ صفحہ 27-28)

ذرا اس منظر کو اپنے دل میں اُتار کر دیکھتے ہیں۔ ایک عاشق اپنے آقا کی وفات پر کہے گئے اشعار پڑھ رہا ہے، تنہا ہے، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور دل میں حسرت ہے کہ کاش! یہ الفاظ میری زبان سے نکلتے!

یہ محبّت کا وہ مقام ہے جہاں الفاظ بھی کم پڑ جاتے ہیں۔

ایک اور موقع پر حضرت مسیح موعودؑ بیمار تھے اور گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت امّاں جانؓ اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بھی پاس بیٹھے تھے۔ حج کا ذکر شروع ہوا۔ حرمین شریفین کا تصوّر آیا تو حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

آپؑ نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

”یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر مَیں سوچا کرتا ہوں کہ کیا مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا۔“

(سیرت طیبہ صفحہ 35-36)

حج کی خواہش بہت سے دلوں میں ہوتی ہے۔ مگر یہاں دیکھیے کہ حج کے ذکر نے ایک عاشق کے دل میں سب سے پہلے کس منظر کو زندہ کیا؟

اپنے آقا کا مزار!۔ یہی تو محبت ہے۔ جسم ابھی گھر میں تھا مگر دل مدینہ کی طرف پرواز کر چکا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے بھی آپؑ کی اس محبّت کی گواہی دی۔ انہوں نے فرمایا:

”ایک بات مَیں نے والد صاحب میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصّے سے آنکھیں متغیّر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق مَیں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔“

(سیرۃ طیبہ صفحہ 34)

یہ گواہی بہت اہم ہے۔ کیونکہ یہ کسی رسمی عقیدت مند کی گواہی نہیں بلکہ ایک ایسے بیٹے کی گواہی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی گھریلو زندگی اور روزمرّہ کے حالات کو قریب سے دیکھتا تھا۔

اس نے جو دیکھا وہ یہ تھا کہ محمدؐ کی محبت حضرت مسیح موعودؑ کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔

میرے عزیز ساتھیو! محبت کا ایک اَور عملی رنگ حضرت مسیح موعودؑ کی کثرتِ درود میں نظر آتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطّر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لیے آتے ہیں اور ایک نے اُن سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 576)

اور ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مل نہیں سکتیں۔“

پھر آپؑ نے کشفی حالت میں دیکھا کہ دو سقّے نور کی مشکیں لیے ہوئے آپؑ کے گھر میں داخل ہوئے اور کہتے تھے: ”هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ“ یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ تُو نے محمدؐ پر درود بھیجا۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131 حاشیہ)

یہاں بھی محبت صرف دعویٰ نہیں درود ہے۔ ذکر ہے۔ استغراق ہے۔ اتباع ہے اور پھر اس محبت کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل کا نزول ہے۔ اسی لیے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

”حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں... اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر یک مدح و ثناء جو کسی مؤمن کے الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مؤمن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 580-581 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پس حضرت مسیح موعودؑ کی محبت کا کمال یہ تھا کہ آپؑ نے اپنی ہر روحانی نعمت کا سرچشمہ محمدؐ کی اتباع کو قرار دیا۔ آپؑ نے محمدؐ کو صرف تاریخ کا عظیم ترین انسان نہیں سمجھا بلکہ اپنی روحانی زندگی کا مرکز سمجھا۔

اسی لیے آپؑ فرماتے ہیں: ”ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما۔“

(چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ 289)

اور ایک مقام پر نہایت محبت سے کہتے ہیں:

ربط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

(در ثمین)

یہ اشعار محض شاعری نہیں بلکہ ایک روحانی تجربے کا اظہار ہیں۔

پھر آپؑ کی زبان سے یہ بھی نکلتا ہے:

يَا حِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً
فِيْ مُهْجَتِيْ وَ مَدَارِكِيْ وَ جَنَانِيْ

یعنی اے میرے محبوب! تیری محبت میری جان، میرے حواس اور میرے دل میں سرایت کر چکی ہے۔

اور پھر:

جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
يَا لَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

یعنی اے میرے معشوق! تیرا عشق میرے جسم پر اس طرح غالب آچکا ہے کہ وفورِ جذبات سے وہ تیری طرف اُڑا جاتا ہے، کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

(آئینہ کمالات اسلا مصفحہ 594)

اور ایک اور مقام پر محبّت کی انتہا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنِّيْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِيْ
يُدْرٰى بِذِكْرِكَ فِي التراب نِدَائِيْ

یعنی اے میرے پیارے! مَیں تو ایک دن اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا لیکن میری وہ محبت جو مَیں تجھ سے کرتا ہوں اس پر کبھی موت نہیں آئے گی کیونکہ میری قبر کی مٹی سے تیری یاد میں جو آوازیں بلند ہوں گی وہ یہی ہوں گی: اے میرے محبوب محمدؐ!

(منن الرحمان صفحہ 25)

سامعین! اب مَیں اس عشق کا ایک اَور نہایت روشن پہلو آپ حاضرین کے سامنے رکھنے جا رہا ہوں۔ یہ وہ پہلو جس میں حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا کی محبت کو صرف اپنے دل تک محدود نہیں رکھتے بلکہ دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتے ہیں کہ انسانیت پر سب سے بڑا احسان حضرت محمدؐ کا ہے اور دنیا کو اب اس محسنِ اعظم کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔

اب تک ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے عشقِ رسولؐ کو ان کی معرفت میں دیکھا۔ ان کی عبادت میں دیکھا۔ ان کے درود میں دیکھا۔ ان کے آنسوؤں میں دیکھا۔ ان کی خلوت میں دیکھا اور ان کی غیرتِ ایمانی میں دیکھا۔ لیکن اس عشق کی ایک آخری اور شاید سب سے عظیم منزل ابھی باقی ہے۔ وہ یہ کہ جس دل میں محبوب کی محبت جاگزیں ہو جائے وہ صرف خود محبوب سے محبت نہیں کرتا بلکہ دنیا کو بھی محبوب کی عظمت سے آشنا کرنا چاہتا ہے۔

عاشق کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ جس ہستی کو انسانیت کا سب سے بڑا محسن جانتا ہو اس کی معرفت کو اپنے سینے تک محدود رکھے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا اس نور کو پہچانے جس میں اس نے اپنی زندگی کی روشنی پائی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پوری بعثت کا ایک عظیم پہلو یہی تھا کہ دنیا کو محمدؐ کی عظمت سے آگاہ کیا جائے۔ آپؑ نے ایسے زمانہ میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا جب اسلام اور بانیٔ اسلام پر اعتراضات کیے جا رہے تھے۔ آپؑ نے قلم اٹھایا تو اپنے لیے نہیں اٹھایا۔ آپؑ نے لکھا تو اپنی شہرت کے لیے نہیں لکھا۔ آپؑ نے اپنے آقا کی عظمت دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے لکھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے محسن اعظم ہیں۔ آپؐ سے بڑھ کر کوئی شخص نوع انسان کا ہمدرد اور غمخوار نہیں ہوا۔“

(تبلیغ رسالت، جلد ششم صفحات 10-11)

ذرا اس جملے کی وسعت دیکھیے: ”تمام بنی نوع انسان کے محسن اعظم“ یہاں حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا کی محبت کو کسی ایک قوم تک محدود نہیں کرتے۔ آپؑ محمدؐ کو صرف مسلمانوں کا محسن نہیں کہتے بلکہ پوری انسانیت کا محسنِ اعظم قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کی رحمت کا دائرہ عرب کے ریگستان سے کہیں آگے تک پھیلا ہوا تھا۔ آپؐ کی تعلیم کسی ایک زمانہ کے لیے نہیں تھی۔ آپؐ کی ہدایت کسی ایک قوم کے لیے نہیں تھی۔ آپؐ کا نور کسی ایک خطّے کے لیے نہیں تھا۔ آپؐ ”رحمۃ للعالمین“ تھے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ دنیا نے ابھی تک محمدؐ کے حقیقی مقام کو اس طرح نہیں پہچانا گیا جس طرح پہچانا چاہیے تھا۔ اسی درد کے ساتھ آپؑ فرماتے ہیں کہ وہ وقت آگیا ہے کہ دنیا اس محسنِ اعظم کو پہچانے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عشقِ رسولؐ دعوت بن جاتا ہے۔ محبت مشن بن جاتی ہے۔ اور عاشق کی زندگی اپنے محبوب کے پیغام کی خدمت کے لیے وقف ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آقا محمدؐ کی عظمت اس ایک شعر میں یوں بیان فرمائی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی خدا کے بعد میں محمدؐ کی محبت میں سرشار ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو خدا کی قسم میں ایسا کفر قبول کرتا ہوں۔

(ازالہ اوہام، صفحہ 176)

حضرت مسیح موعودؑ کے لیے یہ محبت صرف دل کی کیفیت نہ تھی بلکہ آپؑ کی پوری روحانی شناخت تھی۔ آپؑ نے فرمایا:

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

یعنی میری جان اور میرا دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک آلِ محمدؐ کی گلی پر نثار ہے۔

(اخبار ریاض ہند، امرتسر، یکم مارچ 1884ء)

یہاں ایک عاشق کی زبان دیکھیں۔ وہ اپنی جان بھی فدا کرتا ہے۔ دل بھی فدا کرتا ہے۔ اور اپنی خاک بھی محبوب کی نسبت پر نثار کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ یہ وہ عشق ہے جس میں انسان اپنے وجود کی کوئی چیز اپنے لیے محفوظ نہیں رکھتا۔ اسی لیے آپؑ نے دعا کی: "یا رب صل علیٰ نبیّك دائماً فی ھذہ الدنیا و فی دار البقا" یعنی اے میرے رب! اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیج اس دنیا میں بھی اور آخرت کے گھر میں بھی۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 593)

غور کیجیے۔ جس دل میں اپنے آقا کی محبت اس مقام تک پہنچ جائے کہ وہ اپنے ربّ سے بھی سب سے پہلے اپنے محبوب پر درود کی دعا کرے تو پھر اس دل کی کیفیت کا اندازہ الفاظ سے نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں میں کہیں محمدؐ کی عظمت کا بیان ہے۔ کہیں آپؐ پر درود ہے۔ کہیں آپؐ کی جدائی کا غم ہے۔ کہیں آپؐ کی سنّت کی پیروی کا ذکر ہے۔ کہیں آپؐ کی شان میں گستاخی پر غیرت ہے اور کہیں دنیا کو آپؐ کی معرفت کی دعوت ہے۔ یعنی عشق کا کوئی پہلو آپؐ کی زندگی سے باہر نہیں تھا۔ یہ عشقِ محمدؐ تھا جو عبادت بھی بنا۔ یہ عشقِ محمدؐ تھا جو معرفت بھی بنا۔ یہ عشقِ محمدؐ تھا جو اتباع بھی بنا۔ یہ عشقِ محمدؐ تھا جو غیرت بھی بنا۔ یہ عشقِ محمدؐ تھا جو شاعری بھی بنا اور یہی عشقِ محمدؐ تھا جو دنیا کو اسلام کی طرف بلانے کا مشن بھی بنا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس محبت کو اپنی ذات تک محدود رکھنے کے بجائے دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ محمدؐ کی عظمت کو پہچانو، آپؐ کے دامن کو تھامو، آپؐ کی سنت کی پیروی کرو کیونکہ حقیقی روحانی زندگی اسی دامن سے وابستہ ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔"

(چشمہ معرفت، حصہ دوم صفحہ 289)

یہی ایک جملہ حضرت مسیح موعودؑ کے عشقِ رسولؐ کا خلاصہ بن جاتا ہے۔ دامن پکڑا ہے، یعنی صرف نام نہیں لیا، صرف عقیدہ نہیں رکھا، صرف محبت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ دامن پکڑا اور دامن پکڑنے کا مطلب اتباع ہے، وفا ہے، اطاعت ہے، اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی کے تابع کرنا ہے، اپنے قدموں کو محبوب کے قدموں کے نشان پر رکھنا ہے اور اپنی زندگی کو اس زندگی کے مطابق ڈھالنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کامل نمونہ قرار دیا۔ اسی لیے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل مَیں ہوں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 132)

یعنی آپؑ کی روحانی زندگی اس بات کی گواہی تھی کہ محمدؐ کی سچی اتباع انسان کو خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق عطا کر سکتی ہے اور شاید یہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں اپنے لیے بھی ایک سوال پیدا کرنا چاہیے کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن کیا ہماری زندگی میں اس محبت کی کوئی عملی علامت بھی موجود ہے؟ کیا ہماری زبان درود سے تر ہے؟ کیا ہماری زندگی سنّت سے روشن ہے؟ کیا ہمارے معاملات میں آپؐ کا اخلاق نظر آتا ہے؟ کیا ہماری عبادت میں آپؐ کی عبادت کا رنگ ہے؟ کیا ہماری ہمدردی میں آپؐ کی ہمدردی کی جھلک ہے؟ کیا ہماری زبان کسی انسان کی عزّت محفوظ رکھتی ہے؟ کیا ہمارے دل میں انسانیت کے لیے وہ درد ہے جس کا نمونہ ہمارے آقاؐ نے قائم فرمایا؟ کیونکہ محبت کا سب سے بڑا ثبوت یہ نہیں کہ ہم محبوب کا نام کتنی مرتبہ لیتے ہیں بلکہ محبت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم محبوب کی پسند کو اپنی پسند بنالیں، اور حضرت مسیح موعودؑ نے یہی کرکے دکھایا کہ آپؑ نے محمدؐ کی محبت کو صرف اپنے اشعار میں نہیں رکھا بلکہ اپنی عبادت میں رکھا، اپنی دعاؤں میں رکھا، اپنی آنکھوں کے آنسوؤں میں رکھا، اپنے کشوف میں رکھا، اپنی تعلیم میں رکھا، اپنی دعوت میں رکھا اور اپنی پوری زندگی میں رکھا۔

آج جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کی محبتِ رسولؐ کا ذکر کر رہے ہیں تو ہمیں صرف یہ نہیں کہنا چاہیے کہ آپؑ اپنے آقاؐ سے بہت محبت کرتے تھے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ آپؑ نے محبت کا معیار قائم کیا اور بتایا کہ رسولؐ سے محبت کا مطلب آپؐ کی معرفت حاصل کرنا، آپؐ کی اتباع کرنا، آپؐ پر درود بھیجنا، آپؐ کے اخلاق اپنانا، آپؐ کی سنّت کو اپنی زندگی میں زندہ کرنا، آپؐ کی عزت کو اپنی عزّت سمجھنا اور دنیا کو آپؐ کے حقیقی مقام سے آگاہ کرنا ہے، کیونکہ یہی وہ عشق ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتا ہے، دل کو زندہ کرتا ہے اور عبادت کو روح عطا کرتا ہے اور یہی وہ عشق ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا: "قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ" یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے تو محمدؐ کی اتباع اختیار کرو، پس حضرت مسیح موعودؑ نے محض اس آیت کی تشریح نہیں کی بلکہ اپنی پوری زندگی سے اس کی عملی تفسیر پیش کر دی۔

محترم حاضرین! اب اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کی محبتِ رسولؐ کو ایک جملے میں سمجھنا چاہیں تو شاید وہ جملہ یہ ہو گا:
محبت نے آپؑ کو محمدؐ کا عاشق بنایا، اتباع نے اس عشق کو زندگی بنایا اور غیرتِ عشق نے اس زندگی کو رسولؐ کی عزّت و حرمت کا محافظ بنا دیا۔ آپؑ نے محمدؐ کی شان بیان کی۔ آپؑ نے محمدؐ پر درود بھیجا۔ آپؑ نے محمدؐ کے اسوہ کو اپنایا۔ آپؑ نے محمدؐ کی سنت کی پیروی کو خدا تعالیٰ کی محبّت کا راستہ قرار دیا۔ آپؑ نے محمدؐ کی توہین پر دل کا درد دنیا کے سامنے رکھا۔ آپؑ نے محمدؐ کے ذکر میں آنسو بہائے اور اپنی روحانی کامیابی کا ہر دروازہ محمدؐ کی غلامی سے وابستہ کیا۔
یہی وجہ ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں:
”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا تھا... وہ انسان کامل میں تھا۔ جس کا اتمّ اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سید الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 160)

اور ایک مقام پر اپنے ایمان کی گہرائی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ اس کو نکال دوں۔“
(ملفوظات جلد 2 صفحہ 174)

سامعین کرام! یہ ہے وہ محبّت جس نے ایک انسان کو مسیحِ محمدؐ بنا دیا۔ یہ ہے وہ عشق جس میں اپنی ذات باقی نہیں رہتی بلکہ محبوب کا ذکر باقی رہتا ہے۔ یہ ہے وہ محبت جس میں انسان اپنی روحانی منزل بھی اسی در سے مانگتا ہے، اپنی کامیابی بھی اسی نسبت سے پہچانتا ہے اور اپنے دل کا سکون بھی اسی محبوب کی یاد میں تلاش کرتا ہے۔
اسی لیے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ محمدؐ سے محبّت صرف یہ کہہ دینے کا نام نہیں کہ ہم آپؐ سے محبّت کرتے ہیں، بلکہ سچی محبّت وہ ہے جو انسان کی نماز میں اترے، اس کے اخلاق میں جھلکے، اس کی گفتگو کو پاکیزگی عطا کرے، اس کی برداشت کو وسعت دے، اس کی انسانیت کو نکھارے اور سب سے بڑھ کر اس کی پوری زندگی پر اتباعِ محمدیؐ کا رنگ چڑھادے۔ کیونکہ قرآن کا فیصلہ بالکل واضح ہے: ”فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ“۔ محبت کا راستہ اتباع سے گزرتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی اسی حقیقت کی ایک ایسی زندہ تصویر ہے جسے صرف پڑھا نہیں جا سکتا بلکہ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ آپؑ نے ہمیں یہ سکھایا کہ محمدؐ سے محبت کا حقیقی ثبوت الفاظ نہیں بلکہ وہ زندگی ہے جو محبوبِ خدا کے اسوۂ حسنہ کے تابع ہو جائے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہی محبت عطا فرمائے جو حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں اپنے آقاؐ کے لیے تھی، وہ محبت جو زبان سے نکلے تو درود بن جائے، آنکھ سے نکلے تو آنسو بن جائے، عمل میں اُترے تو اتباع بن جائے، غیرت میں ڈھلے تو حرمتِ رسولؐ کی پاسبانی بن جائے اور زندگی میں ظاہر ہو تو ایسا کردار بن جائے کہ ہماری ذات کو دیکھ کر لوگوں کو محمدؐ کے اسوۂ حسنہ کی خوشبو محسوس ہو۔ یہی عشق کی معراج ہے کہ انسان اپنے محبوب کا صرف نام لینے والا نہ رہے بلکہ اپنے کردار سے اس محبوب کی تعلیمات کا آئینہ بن جائے۔
برّصغیر پاک وہند کے ممتاز ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ (ولادت 1886ء وفات 1947ء) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:
”میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ تھا۔ یہ بڑے فقیر دوست تھے۔ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کے لیے کیا۔ بڑی بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ چنانچہ اس سے ان کی محنت کا اندازہ کر لیجیے کہ تقریباً چالیس سال تک یہ رات کو نہیں سوئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر دوڈھائی گھنٹے کے لیے سو جاتے ورنہ سارا وقت یادِ الٰہی میں گزارتے۔ ایک دن مَیں جو مرزا غلام احمد صاحب کے ہاں جانے لگا تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا ”بیٹا! میرا ایک کام ہے وہ کر دو اور وہ کام یہ ہے کہ جن صاحب سے تم ملنے جا رہے ہو ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ کس رنگ کی ہیں۔“ مَیں سمجھا بھی نہیں اس سے ان کا کیا مطلب ہے۔ مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے ان کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ مَیں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں مَیں نے خود بھی ان کو ذرا غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو مَیں ان کے پاس جاتا تھا تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کرکے بیٹھتا تھا۔ اس دفعہ مَیں نے دیکھا ان کا چہرہ بہت بارونق تھا سر پر کوئی دو دو انگل کے بال ہیں، داڑھی خاصی نیچی ہے۔ آنکھیں جُھکی جُھکی ہیں۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کرتے ہیں۔ مگر بعض وقت جھلا بھی جاتے ہیں۔ بہر حال وہاں سے واپس آنے کے بعد مَیں نے چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کیے۔ فرحت دیکھو اس شخص کو بُرا کبھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں۔ مَیں نے کہا یہ آپ نے کیوں کر جانا۔ فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ

کے پانی کی ایک لہر ان میں دوڑ رہی ہے۔ مَیں نے اس وقت تو ان سے اس (کی) وجہ نہیں پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہلِ طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے روضہ) کا رنگ سبز ہے۔ اسی کا عکس آپ کے زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا ہے۔"

(عالمی ڈائجسٹ کراچی، اکتوبر 1968ء صفحہ 73-74 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 جولائی 2019ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اخبار 'اندر لاہور' نے لکھا کہ

"اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد صاحب ایک صفت میں حضرت محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور وہ صفت ان کا استقلال تھا۔ خواہ وہ کسی مقصود کو لے کر تھا اور ہم خوش ہیں کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 566-567)

مولانا نیاز احمد خان فتحپوری نے آپ علیہ السلام کی وفات پر رسالہ 'نگار' میں لکھا کہ

"وہ صحیح معنی میں عاشق رسول تھے اور اسلام کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔ لوگ منزل تک پہنچنے کے لئے راہیں ڈھونڈنے میں برسوں سرگردان رہتے ہیں اور ان میں صرف چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو منزل کو پالیتے ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں انہیں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی تھے۔"

(انگار بابت جولائی صفحہ نمبر 9 نمبر 19601ء صفحہ 31-32 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 572)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

" پس یہ ہے وہ غیرت جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت اور آپ کی محبت کے وہ معیار ہیں جو آپ اپنی جماعت کے ہر فرد میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور اس تعلیم کا ہی اثر ہے کہ یہ محبت جماعت کے دلوں میں پیدا ہوئی اور پھر جماعت اس محبت کے زیر اثر ہی آج دنیا کے کونے کونے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچانے کے لئے کوشاں ہے اور آج دنیا کے کونے کونے میں اس غیرت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام جماعت کے ذریعہ پہنچایا جا رہا ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ پہنچایا جاتا رہے گا۔ یہ پیغام پہنچانے کے طریق اور دنیا کو چیلنج دینے کی جرأت جیسے کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 10/دسمبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ، آسٹریلیا)

✡✡✡✡